مولانا تھانویؒ کی اعتدال پسندی

از

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند
دسمبر 1954ء

مولٰنا تھانوی رحؒ کی اعتدال پسندی

(از مولٰنا گیلانی مدظلہ)

"اپنی ذہانت اور دقت نظر سے مختلف مسائل و معاملات پر غور وفکر کرکے ان سے بالکل نئے نتائج نکال لینا اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے بڑے نکتے پیدا کرلینا" مولٰنا گیلانی کے قلم اور ذہن کی خصوصیت ہے۔ اِس مختصر تحریر میں مولٰنا نے حضرت مولٰنا تھانوی رح کی زندگی میں اُن کے قول وفعل سے ایک وصف مطلوب کی تلاش کی ہے۔ یہ مختصر تحریر ہمیں ملتان کے ایک صاحب منشی عبدالرحمٰن خاں کے ذریعہ ملی ہے اور غیر مطبوعہ ہے۔" (مدیر)

افراط وتفریط سے ہٹ کر زندگی کے جس مسئلہ پر اور جس شعبہ میں بھی آپ اعتدالی روش اختیار کریں گے، تو اچانک معلوم ہوگا کہ آپ تنہا رہ گئے۔ اور آپ کے ساتھ کوئی باقی نہ رہا۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اکثریت عموماً نقطۂ اعتدال سے ہٹ کر انحرافی زندگی بسر کررہی ہے، ایسی صورت میں "اعتدال" پر قائم رہنے والوں کے ساتھ کوئی نہ ہو۔ یا ہوں تو تھوڑی بہت آدمی ہوں۔ یہ تعجب کی بات نہ ہوگی۔ آج کتنے ہیں جو حکیم الامۃ مولٰنا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ لیکن مولٰنا کی طبیعت کا جو رنگ تھا۔ ذیل کی چند مثالوں سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے:۔

(۱) عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ مولٰنا ضوابط وقوانین کی پابندی سختی کے ساتھ کرتے تھے۔ جن لوگوں کے مزاج میں سختی ہے۔ اپنی سختیوں میں ہمیشہ وہ مولٰنا کے اسی اصول سے تسلی حاصل کرتے ہیں۔ خیال یہ کرلیا گیا ہے کہ رو رعایت کا مولٰنا کی فطرت میں کوئی عنصر نہ تھا۔ مگر یہ تو لوگوں نے سمجھا ہے۔ خود مولٰنا کا حال یہ تھا کہ آپ کی مجلس مبارک میں کبھی اُدھر اُدھر کی خبروں کا ذکر لوگ چھیڑ دیتے۔ بعض سختی پسندوں نے عرض کیا۔ کہ حضرت کی مجلس میں اس قسم کی چیزوں کا تذکرہ کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ یہ بھی کہا کہ بعضوں کو اس پر اعتراض بھی ہے کہ مشائخ وصوفیہ کی مجلسوں میں حقائق ومعارف کے سوا ادھر اُدھر کی عام خبروں کا ذکر واذکار اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

مولٰنا نے فرمایا:۔

"کوئی میرے پاس آکر بات کرے اور میں مُنہ موڑلوں
تو اُس کو صدمہ ہوگا"

پھر اپنی معتدل فطرت کے فطری مذاق کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا

"زائد از کار باتوں کی بُرائی میرے نزدیک دل شکنی
سے کم ہے" (کمالات اشرفیہ صہ ۳۷۱)

یہ آخری الفاظ مولٰنا تھانوی کے ہوسکتے ہیں؟ میں خیال کرتا ہوں کہ ان کو قریب سے دیکھنے والے بھی تھوڑی دیر کے لئے سوچ میں پڑجائیں گے۔ مگر کیا کیجئے کہ یہی واقعہ ہے، لوگ اس کا خیال نہیں کرتے کہ خود اعدل خلق اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ عمل اس باب میں کیا تھا۔ معمولی بڑھیا ہاتھ پکڑ کر دیر تک اپنی غیر ضروری باتوں میں مشغول رکھتی ہے اور آپ سُنتے رہتے ہیں، کیا صحیح حدیثوں میں یہ نہیں آیا ہے؟ مولٰنا ہی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولٰنا محمد قاسم رحمۃ اللہ کا بھی مذاق تھا کہ ملنے والے جب تک بیٹھے رہتے، ان سے گفت گو کرتے رہتے۔ مقصود یہی تھا کہ اگر ایسا نہ کیا جائے، تو بے رُخی کا احساس دلوں میں پیدا ہوتا ہے، جو عموماً موجب

دل شکنی بچاتا ہے۔ مجلس نبوی کی خصوصیت صحابہ کرام کیا بیان کرتے تھے۔

یضحک مما یضحکون و یتعجب مما یتعجبون۔ "لوگ جن باتوں پر ہنستے آنحضرت اُن پر ہنستے جن باتوں پر لوگ تعجب کرتے آپ بھی تعجب فرماتے۔"

دل شکنی کا خیال یہاں تک تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصافحہ کرنے والے کا ہاتھ خود نہیں چھوڑتے تھے جب تک کہ وہی نہ چھوڑ دیتا۔ کسی سے رُخ نہ پھیرتے تھے۔ جب تک وہی نہ پھیر لیتا۔ خود حکیم الامۃ قدس اللہ سرہٗ اپنا ایک خواب بیان فرماتے تھے کہ ملکہ وکٹوریہ جس زمانہ میں زندہ تھی آپ نے خواب میں اس کو دیکھا۔ ایک ایسی گاڑی پر جس میں نہ گھوڑے ہیں اور نہ باگ نظر آتی تھی (موٹر کا اس وقت تک ایجاد نہیں ہوئی تھی) بہر حال خواب میں معلوم ہوا کہ مولانا سے کہہ رہی ہے کہ "اسلام ہی حق مذہب مجھے معلوم ہوتا ہے، البتہ ایک شبہ مجھے ہوتا ہے، کہ پیغمبرِ اسلام مذاق لوگوں سے کیوں کرتے تھے، نبوت تو بڑی چیز ہے۔ عام تہذیب میں بھی اس کو اچھا نہیں سمجھا جاتا" خواب ہی میں حضرت فرماتے ہیں، میں نے ملکہ سے کہا، کہ لوگوں کو مانوس بنانا مقصود تھا۔ ورنہ آپ کے رعب کی وجہ سے لوگ کھل کر آپ سے دل کی باتیں نہیں کہہ سکتے تھے" ملکہ اس جواب کو سنکر مطمئن ہوگئی۔ دیکھا آپ نے! مولانا کی نظر کہاں پہنچی۔ بیداری میں نہیں، خواب میں بھی دماغ وہیں پہنچا تھا، جہاں اس کو پہنچنا چاہیئے۔

(۲) عام طور پر مولانا کے جس مذاق کو لوگوں نے مشہور کیا ہے۔ اس کے حساب سے آپ ہی بتائیے کہ اس سوال کا جواب یعنی ایک ڈاڑھی منڈانے والے کے ساتھ لڑکی کا رشتہ کروں یا نہ کروں؟ ایک صاحب نے یہ لکھتے ہوئے سوال کیا۔ کہ ڈاڑھی والے جو ملتے ہیں، تو دال روٹی کا اُن کے یہاں اطمینان نہیں اور جہاں اس کی تھوڑی بہت اُمید ہے وہاں خرابی یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانے والے لڑکے ملتے ہیں۔ مولانا کے مذاق شناسی کے مدعی خود سوچیں کہ اس کا وہ کیا جواب دیں گے مگر سُنئے مولانا نے کیا جواب دیا:-

"میرا[لہ] خیال ہے کہ اس زمانہ میں پوری دینداری ڈاڑھی والوں میں بھی نہیں۔ بس ایک ڈاڑھی منڈانے کا گناہ کر رہا ہے، دوسرا شہوت پرستی کا گناہ کر رہا ہے، تو نری ڈاڑھی لیکر کیا کریں گے" (کمالات اشرفیہ ص ۳۳۹)

حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے بڑے نکتہ کی طرف اس میں اشارہ فرمایا ہے۔ لوگوں نے خاص خاص گناہوں کو پکڑ لیا ہے گویا گناہگار ہونے نہ ہونے کا معیار بس صرف وہی ہیں۔ ان ہی گناہوں میں ایک ڈاڑھی بھی ہے۔ ایک شخص غیبت کرتا ہے۔ بدنظر ہے۔ اور عملی طور پر بے احتیاط ہے۔ لیکن لمبی ڈاڑھی رکھتا ہے، اس پر لوگوں کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ اور ایک بے چارا ان عیوب سے بری ہے صرف ڈاڑھی منڈانے کا گناہ کرتا ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ ڈاڑھی والے صاحب سے ڈاڑھی منڈانے والے کو کیا نسبت، حالانکہ جیسے ڈاڑھی منڈانا گناہ ہے۔ ڈاڑھی والوں کے گناہ اس سے کم نہیں؟ پھر ایک ڈاڑھی پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے؟ مولانا نے صحیح فرمایا ہے کہ ڈاڑھی منڈانے کے سواء اور باتیں لڑکے میں اچھی ہوں تو اس کو گوارا کر لیا جائے۔ بلکہ اس برتاؤ سے اغلب ہے کہ ڈاڑھی کا مسئلہ بھی اس کی سمجھ میں آجائے گا۔ ورنہ جو طریقہ لوگوں نے ڈاڑھی کے ساتھ اختیار کر رکھا ہے، میں دیکھتا ہوں کہ منڈانے والوں کی جراتوں کو اس طریقے نے اور بڑھا دیا ہے۔

(۳) مولانا چونکہ خود مولوی تھے۔ اس لئے مولویوں کا

لہ یہاں یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے کہ مولانا تھانویؒ کے یہاں ڈاڑھی کی کوئی اہمیت نہیں تھی اور قصر لحیہ کے سلسلہ میں اُن کا مسلک جمہور علماء کے خلاف تھا، مولانا کے اس مقولہ کا مفہوم صرف یہ ہے کہ عملی اور اخلاقی بُرائیاں صرف ڈاڑھی رکھ لینے سے بے اثر نہیں ہو جاتیں بلکہ ڈاڑھی رکھکر اگر اپنی صورت کو مطابق شریعت بنایا گیا ہو تو اپنے قلب و دماغ سے منکرات شریعت کا میل کچیل نکالکر "سیرت" کی ترمیم اور تہذیب بھی ضرور کرنی چاہیئے۔ (قیصی)

خیال ہوگا کہ انگریزی تعلیمیافتوں پر ضرور مولویوں کو ترجیح دیتے ہوں گے، اور اس میں شک نہیں کہ عربی خواں مولویوں کا مولٰنا خاص طور پر احترام فرمایا کرتے تھے۔ مگر ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ انگریزی دانوں میں اور جتنی باتیں بھی ہوں، لیکن :-

"ان کی گفتگو میں مزہ آتا ہے۔ کیوں کہ یہ سمجھ میں آنے سے مان لیتے ہیں۔" (کمالات اشرفیہ ص ۳۳۹)

مولویوں کے اس طریقہ کو کہ جو بات مُنہ سے نکل گئی، اس کی پیچ کئے چلے جاتے ہیں۔ سخت ناپسند فرماتے تھے۔ مولوی عبدالحق صاحب کا فقرہ "اڑیل ٹٹو" اس قسم کے مولویوں کے متعلق نقل فرمایا اور کہا کہ "جمود و اصرار بُری چیز ہے۔" پھر حکمت کی بات یہ فرمائی کہ "غلطی پر اصرار آدمی کو لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل کر دیتا ہے۔ لوگ اُس شخص کی تعریف کرتے ہیں، جو اپنی غلطیاں مان لیتا ہے۔"

(۴) انگریزی خواں بیچارے بھی تو بہرحال مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ اسلامی گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں۔ غیر مذاہب کے لوگوں سے ملنے جلنے کا طریقہ کیا تھا۔ اس قصہ سے اس کا اندازہ ہوتا ہے جب آپ اعظم گڈھ تشریف لے گئے تھے۔ راستہ میں کسی اسکول کے سامنے سے گذر ہوا، جہاں زیادہ تر ہندو اساتذہ تھے۔ مولٰنا نے فرمایا کہ مجھے گذرتا دیکھکر سارے ہندو اساتذہ اور طلبہ بھی تعظیماً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس حال کو دیکھکر مولٰنا فرماتے ہیں کہ :-

"میں وہاں رُکا اور ان سب سے ملا۔ لوگوں سے میں نے مصافحے کئے۔"

پھر خصوصیت کے ساتھ ارشاد ہوا کہ :-

"ایک ایک سے ملا۔ حتیٰ کہ ہندوؤں سے بھی اور مزاج پُرسی کی۔" (کمالات اشرفیہ ص ۳۷۷)

آپ کو معلوم ہے کہ مولویوں کا عام قاعدہ ہے کہ ایسے مدرسہ کے سامنے سے جب گذرتے ہیں اور جیسے حضرت کے ساتھ مدرسہ والوں نے برتاؤ کیا تھا۔ اسی برتاؤ کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ تو عام طور پر مولوی لوگ ان ہندوؤں کی طرف متوجہ ہونا اپنی شان کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ پھر حضرت نے اُس تنگ دامنی کا ذکر کیا، جس کے وعظ میں ایک غیر مذہب کا آدمی جو شاید ہندو ہی تھا، شریک ہو گیا تھا۔ مجلسِ وعظ میں ہندو کو دیکھکر ملا صاحب آپے سے باہر ہو گئے، گرجنے لگے کہ :-

"نکالو! اس کافر مردود کو۔" (کمالات اشرفیہ ص ۳۷۷)

(۵) بعض خاص نوعیت کے مسائل کے متعلق مشہور کر دیا گیا ہے کہ دیوبند کی طرف منسوب ہونے والے علماء کا ان مسائل میں یہ خیال ہے۔ حتیٰ کہ بے جانے بھی لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ دیوبندی مولوی اس کا یہ جواب دے گا۔ مثلاً یہ سوال کہ "یارسول اللہ" کے کہنے کا مسلمانوں میں عام رواج جو پایا جاتا ہے۔ دیوبندی مولوی اسکو کبھی جائز نہیں کہہ سکتا۔ مگر سُنئے دیوبندیوں کے پیشوا کا کیا خیال تھا۔ فرمایا کہ :-

شوقاً واللہ اذاً ماذون فیہ۔ (کمالات اشرفیہ ص ۵)

یعنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کے قلوب کا جو اشتیاقی تعلق ہے۔ اس تعلق کا اظہار یارسول اللہ سے اگر کوئی کرتا ہو یا "یارسول اللہ" کہنے میں اس کو لذت ملتی ہو، تو مولٰنا اسی صورت میں یارسول اللہ کہنے کی اجازت دیتے تھے۔ البتہ استعانۃً و استغاثۃً فرمایا کہ جائز نہ ہوگا۔

ایسے سینکڑوں مسائل اور اُمور ہیں۔ جن کے متعلق لوگوں کے عام خیالات اور توقعات کے قطعاً مخالف چیزیں مولٰنا کے کلام میں ملتی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان چیزوں کو نمایاں کیا جائے۔ غلط فہمیوں کے ازالہ کے سوا خود مولٰنا کے عقیدتمندوں کے بہت سے غلط خیالات کی اس سلسلہ سے جہاں تک میں سمجھتا ہوں اصلاح ہو سکتی ہے۔ میرے پاس اس وقت مولٰنا کی کتابوں کا ذخیرہ نہیں۔ صرف کمالات اشرفیہ سے سرسری طور پر چند چیزوں کا ارتجالاً انتخاب کر لیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ مولٰنا کی زندگی کے بہت سے گوشے جبتک زندہ رہے۔ غایت اخفاء کی وجہ سے پوشیدہ رہے۔ کچھ شک نہیں کہ اس زمانہ میں بھی

بعض مصلحین نے اپنی قوموں سے چھوت چھات، نسلی تفریق اور اخلاقی خرابیوں کو ختم کرنے کے لئے بڑی کوششیں اور اس راہِ عمل میں بڑے مجاہدے کئے ہیں مگر اکثر ان لوگوں کے کاموں میں نمود و نمائش کا شائبہ پایا جاتا ہے، اُن کی ہر چیز کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ اِس سے بھی گہری بات وہ ہے۔ جس کی طرف امام غزالیؒ نے لباس کی بحث میں اشارہ کیا ہے کہ نمائش صرف اچھے کپڑوں ہی کے پہننے میں نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑی ریاکاری یہ ہے کہ پھٹے پُرانے گودڑ پیوند در پیوند لگے ہوئے کپڑے کے ساتھ اپنے آپ کو اتنا مقید کرلیا جائے کہ جب تک وہ نہ ملے، کپڑے ہی نہیں پہنیں گے۔ اِسی طرح یہ ضد کہ میں رہوں گا تو فلاں کے پاس اور ٹھیروں گا تو فلاں جگہ۔ مجھے اس میں بھی بجائے بڑائی کے، کچھ اس قسم کی بات نظر آتی ہے، جو عموماً چھوٹے لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ آخر آپ اُس شخص کو کیا کہیں گے۔ جس نے التزام کرلیا یہ کہ کھاؤں گا تو جَو ہی کی روٹی کھاؤں گا۔ قورمہ اور پلاؤ پر اصرار کرنے والوں میں اور اس جَو کی روٹی میں اپنی غذا کو منحصر کرنے والوں میں کیا فرق ہے۔

خیر! دوسروں سے مجھے کیا بحث!! میں تو مولنا کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ خود ہی فرماتے تھے" کہ میرے بھائی اکبر علی نے مجھے ایک دن کہا کہ اب تمہارا شمار ہندوستان کے بڑے آدمیوں میں ہے۔ اس لئے چاہئے کہ سفر کم از کم سکینڈ کلاس میں تو کیا کرو" حضرت فرماتے ہیں کہ اُن کے اس مشورہ کو سُنکر میں نے عرض کیا کہ:۔

> "کیا کروں، میری طبیعت کے خلاف ہے، میں ریل میں گنواروں اور بھنگی چماروں کے ساتھ بیٹھتا ہوں"

(کمالات اشرفیہ صہ ۳۷۵)

اِسی طرح آج عام انسانی ہمدردی کا دُنیا میں کتنا چرچا ہے لیکن مولٰسنا نے خود اپنا قصہ جو بیان کیا ہے کہ " بھاولپور گیا ہوا تھا گرمی سخت تھی، جیل خانے کے قیدیوں کو پنکھا کھینچنے کے لئے بُلایا گیا" مولٰسنا فرماتے ہیں کہ "پہلے یہی بات مجھے ناگوار ہوئی، اور چاہا کہ اُن کو واپس کردوں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ خیال بھی آیا کہ جیل کی زندگی سے ان بے چاروں کو تھوڑی دیر کے لئے اس ذریعہ سے تو رہائی مل جاتی ہے۔ یہ سوچ کر واپس کردینے کے خیال کو تو دل سے نکال دیا۔ انتظار کرتا رہا۔ جب سب لوگ چلے گئے۔ تو میں نے اِن قیدیوں سے کہا کہ:۔

> پنکھا بند کردو، پھر جی چاہے سو رہو۔ یا بیٹھے رہو کیوں کہ بیگار لینا جائز نہیں ہے"

فرمایا کہ کھانا آیا، تو ان قیدیوں کو بھی کھانا دلوایا۔ پھر تو ہر قیدی اِسی کی خواہش کرتا تھا کہ میں بُلایا جاؤں ◆